قسط اول

پروفیسر خالد شبیر احمد

عورت، پردہ اور ہمارے جدید دانشور

سورۃ روم میں ارشاد ہوتا ہے

"اللہ نے تمہارے لیے خود تمہیں میں سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو، اور اس نے تمہارے درمیان مودّت اور رحمت رکھ دی ہے" (الروم۔ ۲۱)

سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے

"وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو" (البقرہ۔ ۱۸۷)

ان آیات مبارکہ سے واضح ہے کہ خداوند تعالیٰ نے عورت اور مرد کے درمیان محبت، پیار، تعاون کا تعلق ضروری قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ عملی زندگی میں ایک دوسرے کے رازدار بننے والے ہیں، جو ایک دوسرے کے غم اور راحت کے ساتھی ہیں، ان کے درمیان ویسی ہی وابستگی ہونی چاہیے جو لباس اور جسم کے درمیان ہے۔ یہ پیار اور محبت اس لیے بھی ضروری ہے کہ اسلام بنیادی طور پر ایک سماجی دین ہے جو ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے جو ہر لحاظ سے پاکیزہ، منظم اور پرامن ہو۔ معاشرے میں خاندان ایک بنیادی اکائی ہے جو عورت اور مرد کے جائز تعلقات پر قائم ہوتا ہے۔ اگر عورت اور مرد کے درمیان مودّت اور رحمت کا تعلق استوار نہیں ہوتا تو پورے معاشرے میں نہ ہی تو امن قائم ہو سکتا ہے اور نہ ہی معاشرتی زندگی کو احسن طور پر آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

"پوری دنیا متاع ہے اور بہترین متاع نیک عورت ہے"

(مسلم)

جس دین میں نیک عورت کو بہترین متاع قرار دیا گیا ہو۔ اس دین میں عورت کا مقام اور مرتبہ کیا ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل امر نہیں ہے ایک دوسری حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا،

"دنیا کی چیزوں میں میرے دل میں عورت اور خوشبو کی محبت ڈالی گئی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز کو بنایا گیا" (نسائی کتاب عشرۃ النساء)

حضور اکرمؐ تاریخ انسانیت میں وہ پہلے پیغمبر ہیں جنھوں نے معاشرے میں عورت کے تقدس اور احترام کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ آپ کے ہاں ایسی تعلیمات موجود ہیں جن سے عورت کا تقدس اور احترام واضح طور پر ابھرتا ہے۔ اس جدید دور میں تو آزادی نسواں محض ایک نعرہ ہے جس کا حقیقی طور پر عورتوں کی آزادی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ اگر گہری نگاہ سے دیکھا جائے آزادی نسواں کی بات عورت کی ذلت و رسوائی پر آکر ختم ہے۔ جو کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے اس نے انسانی افکار و کردار کا رخ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے موڑ دیا ہے۔ اس میدان میں اسلام نے اتنا عظیم انقلاب برپا کیا ہے جس کی مثال تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی۔ اسلام نے نہ صرف عورت اور مرد دونوں کی ذہنی صلاحیتوں میں انقلاب برپا کیا بلکہ معاشرے میں عورت کے احترام اور تقدس، اس کی عصمت و عفت کو برقرار رکھنے کے لیے قواعد و ضوابط ترتیب دیئے۔ عورت میں عزت نفس اور اعتماد پیدا کرنے کے لیے معاشرے کے اندر عورت کے معاشی و معاشرتی حقوق متعین کئے۔ صرف متعین ہی نہیں کئے بلکہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے اس پر خود بھی عمل کیا اور دوسروں سے بھی عمل کروایا۔

اسلام نے عورت اور مرد کو انسان ہونے کی حیثیت میں برابر کا درجہ دیا۔ اپنی تعلیمات سے دنیا کو بتایا کہ عورت بھی ویسے ہی انسان ہے جس طرح مرد! سورۃ النساء میں ارشاد ہے۔

"اللہؑ نے سب کو ایک نفس سے پیدا کیا"

اور اسی سورۃ النساء میں ارشاد ہے

"جنس سے جوڑے کے پیدا کیا"

اور آگے چل کر اسی النساء میں یوں فرمایا

"مرد جیسے عمل کریں گے اس کا وہ پھل پائیں گے اور عورتیں جیسے عمل کریں گی اس کا پھل وہ پائیں گی" (النساء ۳۲

"جو کوئی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت مگر ہوں ایماندار تو ایسے سب لوگ جنت میں داخل ہوگے اور ان پر رتی بھر ظلم نہ ہوگا" (النساء ۱۲۴)

سورۃ بقرہ میں عورت کے حقوق کی اس طرح نشاندہی کی گئی ہے

"عورت پر جیسے فرائض ہیں ویسے ہی اس کے حقوق بھی ہیں" (سورۃ بقرہ)

لہذا یہ کہنا درست نہیں کہ انسانی نقطہ نگاہ سے مرد کو عورت پر فوقیت حاصل ہے یا مرد عورت سے بڑا ہے۔ مرد تو عورت کی محتاج اور دست نگر ہے اور عورت مرد کی محتاج اور دست نگر ہے۔ جو کسی دوسرے کا محتاج ہو اس کا کسی سے بڑا ہونا مضحکہ خیز سی بات ہے۔ سب سے بڑا وہی ہے جو کسی کا محتاج اور دست نگر نہیں عورت اور مرد باہمی تعاون کے مستحق ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے ہی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا ہے۔ انہیں ایک دوسرے کو سمجھ کر ایک ساتھ چلنا ہے۔ اور اپنی منزل تک پہنچنا ہے۔ منزل دونوں کی ایک ہی ہے کہ اپنے قول و فعل، اپنی سرگرمیوں اور اپنے افعال و کردار سے خدا کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہر وہ کام کرنا ہے جس کا حکم ہو اور ہر اس کام سے پرہیز اور علیحدگی اختیار کرنا جس سے منع کر دیا گیا ہو۔ اسلام چونکہ ایک منظم معاشرے کے قیام پر زور دیتا ہے۔ اس لیے یہ بات ضروری ہے کہ عائلی زندگی اور خاندانی معاملات کو احسن طور پر آگے بڑھانے کے لئے نیز نظم و ضبط برقرار رکھنے کے لیے مرد کو جسے قدرت نے بہتر انتظامی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں عورت پر فوقیت دی جاتی ہے تاکہ مرد کی قیادت میں ایک ڈسپلن کے تحت معاشرے کی تنظیم کو مکمل کیا جاتا۔ اس لیے مرد کو بعض ایسی ہی مصلحتوں کے تحت عورت پر قوام بنایا گیا سورۃ النساء میں ارشاد ہے

"مرد عورتوں پر قوام ہیں اس فضیلت کی بنا پر جو اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر عطا کی ہے۔ اور اس بنا پر جو ان پر (مہر و نفقہ کی صورت میں) اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔"

لیکن مرد کی اس فوقیت کی باوجود اسے تنبیہ کی جارہی ہے کہ دیکھنا یہ سمجھ لینا جو تمہارے جی میں آئے کرتے پھرو، تم اپنے ہر معاملے اور ہر کام میں اپنی ذمہ داریوں کے حوالے سے خدا کے سامنے جوابدہ ہو،

"مرد اپنے بیوی، بچوں پر حکمران ہے اور اپنی رعیت میں اپنے عمل پر وہ خدا کے سامنے جوابدہ ہے"

(بخاری۔ کتاب النکاح)

جہاں مرد اپنی بیوی اور بال بچوں کے معاملات میں خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔ وہیں پر عورت بھی اپنے معاملات اور اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔ اسلام میں خاندانی معاملات میں جہاں مرد کی حیثیت کو متعین کیا ہے اور اسے انتظامی اور مالی معاملات میں عورت پر فوقیت دی ہے وہیں پر عورت کو بھی گھر کی ملکہ کہہ کر اسے عائلی زندگی میں ایک

نمایاں حیثیت دی ہے۔

"عورت اپنے شوہر کے گھر کی حکمران ہے وہ حکومت کے دائرے میں اپنے عمل کے لیے جوابدہ ہے"

(بخاری قوا انفسکم واہلیکم)

ان تعلیمات کی روشنی میں دیکھیئے کہ تقسیم کار کرتے ہوئے دونوں کو الگ نوعیت کے فرائض سونپے گئے ہیں جن کو سر انجام دینے کے لئے عورت اور مرد دونوں کو اختیارات بھی دیئے گئے ہیں اور اختیارات دینے کے بعد انہیں خدا کے سامنے جوابدہ ہونے کی بابت بھی بتایا جارہا ہے تاکہ دونوں میں سے کوئی بھی اپنے اختیارات سے تجاوز نہ کرسکے اور یوں اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون، ہمدردی، پیار محبت کی فضا میں خدا کی خوشنودی (جو کہ ہر مسلمان کا انفرادی اور اجتماعی نصب العین ہے) کے لیے اسلامی معاشرے کے اندر کام ہوتا رہے۔

ان حقائق سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اسلام میں عورت اور مرد انسان ہونے کے ناطے برابر ہیں البتہ کام کی نوعیت مختلف ہے اور معاشرے کو منظم بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے بیرونی معاملات میں مرد کو اگر افضلیت حاصل ہے تو گھریلو معاملات میں یہی حیثیت خود عورت کی بھی ہے۔ اس کے علاوہ اسلام نے عورت میں اعتماد پیدا کرنے کے لیے اسے کئی نوعیت کے حقوق سے بھی نوازا ہے۔ اسلام معاشرے میں اس بات کا اہتمام کرتا ہے کہ عورت مرد کے اختیارات کے غلط استعمال کی زد میں نہ آئے۔ مرد کو اپنے اختیارات سے ناجائز فائدہ اٹھانے سے روک دیا گیا ہے۔ تاکہ وہ ظلم کی حدوں تک نہ پہنچنے پائے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر میاں بیوی کے تعلقات کا لونڈی اور آقا کے تعلقات میں تبدیل ہونے کا خدشہ موجود ہے جو اسلام نہ ہی پسند کرتا ہے اور نہ ہی اس کی اجازت دیتا ہے۔ اسلام نے عورت کو ایسے تمام مواقع بہم پہنچائے ہیں جن سے فائدہ اٹھا کر عورت خاص حدود میں رہتے ہوئے معاشرے کے اندر اپنی صلاحیتوں کو اگر چاہے تو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اجاگر کرسکتی ہے۔ معاشرتی یا معاشی زندگی میں اپنے حصہ کا کام سرانجام دے کر عورت تعمیر تمدن، تعمیر ثقافت میں بہتر کردار ادا کرسکتی ہے۔ لیکن اس سارے عمل میں اسلام دو باتوں کا خاص خیال رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ معاشرتی نظم ونسق متاثر ہونے نہ پائے دوسرے عورت جو کچھ بھی کرے عورت کی حیثیت میں کرے اسے مرد بننے کی اسلام اجازت نہیں دیتا عورت کی حیثیت کو برقرار رکھتے ہوئے ازدواجی زندگی کو متاثر کئے بغیر اسلامی معاشرے میں عورت بہت کچھ کرسکتی ہے مگر مرد نہیں بن سکتی۔

اسلام نے عورت کو حق میراث میں شریک کرکے جہاں معاشرے میں اس کی عزت وتوقیر بڑھائی ہے وہیں اس کی معاشی حالت میں بھی استحکام پیدا کیا ہے۔ اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب یا نظام حیات ایسا نہیں ہے جس نے عورت کی معاشی حالت کو مظبوط بنانے کی کوشش کی ہو۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو آج جو تہذیب عورت کی آزادی کی چیمپئن بنتی ہے اس نے عورت کو عورت کی حیثیت سے نہیں بلکہ اسے مرد بنا کر دولت سمیٹنے کی ایک ایسی راہ دکھائی ہے جس نے عورت کی معاشرتی زندگی کے سکھ اور چین کو داؤ پر لگا دیا ہے۔ عورت کو کمانے والا فرد تو بنادیا لیکن عورت کو عورت کی حیثیت میں کوئی مدد بہم نہ پہنچائی۔ جیسے کہ اسلام میں عورت خواہ کتنی ہی رئیس کیوں نہ ہوں اس کے نان ونفقہ کی ذمہ داری اس کے خاوند پر عائد ہوتی ہے۔ عورت کو خاوند کی طرف سے مہر کی رقم اس کے علاوہ ملتی ہے۔ عورت کو اپنے باپ سے، اپنے شوہر سے، اور اپنی اولاد کی طرف سے حق میراث حاصل ہے۔ ان تمام لوگوں کی طرف سے اسے جو مال حاصل ہوتا۔ وہ اس کی واحد مالک ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے عورت کو مہیا کیا گیا کہ اسے اپنی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے خاوند کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف نہ دیکھنا پڑے۔ اگر اسلام کے ہاں معاشی تگ ودو عورت کا مرکزی اور بنیادی فریضہ ہوتا تو اس طریقہ سے اس کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش نہ کی جاتی۔ یہ سب کچھ اس لیے مہیا کیا گیا کہ مشکل

وقت میں عورت کو در بدر کی ٹھوکریں نہ کھانا پڑیں اور وہ نامساعد حالات میں بھی معاشی تفکرات سے آزاد ہو کر اپنی زندگی کے دن بسر کر سکے۔ ایک اور بات جس سے اسلامی معاشرے میں عورت کی حیثیت واہمیت واضح ہوتی ہے وہ عورت کا وہ حق ہے جس کے ذریعے وہ اپنے شوہر کا انتخاب کرتی ہے۔ اسلام نے عورت کو اپنے شوہر کے انتخاب کا پورا حق عطا کیا ہے۔ اس کی مرضی کے خلاف کوئی شخص اس سے نکاح نہیں کرسکتا اور اگر عورت اپنی مرضی سے کسی مسلمان سے نکاح کرنا چاہے تو اسے روکا نہیں جاسکتا۔ اس کے علاوہ اگر عورت کو اس کا خاوند تنگ کرتا ہے یا ناکارہ اور نااہل ہے یا عورت پر ظلم وستم کرتا ہے تو اسلام عورت کو ایسے بدکردار شخص سے نجات دلانے کے لئے اسے خلع اور فسخ و تفریق کے اختیارات بھی دیتا ہے۔ خاوند کے لئے واضح احکامات جاری کئے گئے ہیں کہ وہ عورت پر ظلم نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اس کی ضروریات کو پورا کرے۔ قرآن کریم میں کہیں اگر یہ ارشاد ہے،

"عورتوں کے ساتھ نیکی کا سلوک کرو" تو کہیں پر یہ حکم ہے "آپس کے تعلقات میں فیاضی کو مت بھول جاؤ" خود حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا، "تم میں سے اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہیں اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ لطف ومہربانی کا سلوک کرنے والے ہیں"

اگر کوئی شخص فرمان نبوت کے مطابق عورت کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا تو ایسی صورت میں اسلام عورت کو اس بات کا پورا حق مہیا کرتا ہے کہ وہ قانون کی مدد حاصل کرکے حالات سے چھٹکارہ حاصل کرلے۔ اسلام مطلقہ عورتوں کو عقد ثانی کا حق بھی دیتا ہے۔ دیوانی و فوجداری مقدمات میں اسلام نے عورت اور مرد کے درمیان مساوات کو برقرار رکھا تاکہ معاشرہ کے اندر پوری انسانیت کے تحفظ کا بہتر طور پر اہتمام ہوسکے اور قانون میں کوئی ایسا سقم نہ رہنے پائے جس سے معاشرتی زندگی متاثر ہو۔ عورتوں کی تعلیم کا اہتمام جس سنجیدگی اور تاکید کے ساتھ اسلامی معاشرے اور اسلامی ریاست میں ہوتا ہے اس کی کہیں دوسری جگہ کوئی مثال نہیں ہے۔ وہ اس لیے کہ عورت ہی فرد کی ابتدائی استاد ہے۔ عورت کا جاہل رہ جانا اسلام کو کسی طور پر بھی قبول نہیں۔ بچے کی ابتدائی درس وتدریس اور اخلاقی تربیت چونکہ ماں کے سپرد ہے اس لیے عورت کا زیور تعلیم سے آراستہ ہونا اسلامی نقطہ نگاہ سے انتہائی ضروری اور لازمی ہے سکولوں اور کالجوں کی تعلیم بے معنی ہے اگر اس سے پہلے ماں کی تعلیم اور اخلاقی تربیت بچے کو حاصل نہ ہو۔ میرے خیال میں اسلامی معاشرے میں عورت کی یہی سب سے بڑی ذمہ داری ہے جو اس وقت تک پوری نہیں ہوسکتی جب تک عورت کی تمام تر توجہ اس کے گھر کے اندرونی معاملات پر نہ ہو۔ اسی میں پردہ کی حکمت پوشیدہ ہے۔ تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ جب تک مسلمان عورت اسلام کے اس اصول پر عمل پیرا ہو کر اپنی تمام توجہ اپنی اولاد کی تربیت اور اخلاقی نگہداشت پر دیتی رہی، اسلامی معاشرہ اپنے صحیح خدوخال کے ساتھ قائم اور دائم رہا۔ جب سے ہم نے یہ کام چھوڑ کر یورپ کی نقالی کرتے ہوئے عورت کو گھر سے باہر لانے کی تحریک شروع کر رکھی ہے ہمارا معاشرہ روبہ انحطاط ہوتا جارہا ہے۔

غرضیکہ اسلام نے عورت کو وہ سب کچھ دیا جس کا تقاضا انسانیت کرتی ہے۔ ورنہ قبل از اسلام جتنی بھی تہذیبیں اپنے عروج پر تھیں انہوں نے تو عورت کے نام کو گالی بنا کر رکھ دیا تھا۔ عورت سے نفرت کی جاتی، اس پر ظلم وستم روا رکھا جاتا۔ کوئی اس کا پرسان حال نہ تھا عورت مکمل طور پر مرد کی دست نگر ہی نہیں بلکہ غلام بھی تھی۔ بھیڑ بکریوں کی طرح خریدی جاتی اور جدھر لوگ چاہتے ہانک کرلے جاتے۔ عورت محض شہوت رانی کا ذریعہ تھی جس کے علاوہ اس سے کوئی قابل احترام کام نہیں لیا جاتا تھا۔ یورپ کے مسیحی عورت کے بارے میں انتہائی فضول نظریات رکھتے تھے عورت کو گناہ کی ماں، اور بدی کی جڑ سمجھا جاتا۔ اسے جہنم کا دروازہ اور مرد کو گناہوں کی جانب راغب کرنے کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا۔ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ انسانوں پر جتنے بھی مصائب آئے یا آئینگے وہ سب محض عورت کی نحوست کی وجہ سے ہونگے۔ ان کے خیال

کے مطابق عورت کو اپنے حسن و جمال پر شرمندہ ہونا چاہیئے کیونکہ وہ شیطان کا ہتھیار ہے جو ہمیشہ مرد کے خلاف استعمال ہوتا ہے۔ ترتولیان جو مسیحت کے ابتدائی دور کی سر برآوردہ شخصیت ہے۔ عورت کے بارے میں عیسائی تصور کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتا ہے۔

" وہ شیطان کا دروازہ، وہ شجر ممنوع کی طرف لے جانے والی، خدا کے قانون کو توڑنے والی اور خدا کی تصویر مرد کو غارت کرنے والی ہے "

اسی طرح ایک دوسرے بڑے مسیحی اوتار کرائی سوسٹم عورت کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں

" عورت ایک ناگزیر برائی ہے، ایک پیدائشی وسوسہ ہے، ایک مرغوب آفت ایک خانگی خطرہ، ایک غارت گر دلربائی، ایک آراستہ مصیبت ہے۔ مرد اور عورت کا صنفی تعلق بجائے خود ایک نجاست اور قابل اعتراض چیز ہے۔ خواہ وہ نکاح کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو "

اسی طرح رومن تہذیب و تمدن میں عورت کا کیا مقام تھا۔ اس کے بارے میں بھی تاریخ کے اوراق شہادت دیتے ہیں کہ عورت کی حالت رومن معاشرے میں ناگفتہ بہ تھی۔ ایک عورت کئی کئی مردوں سے شادیاں کرتی۔ بات بات پر طلاق ہوتی۔ بغیر نکاح کے بھی عورت کو تحویل میں رکھا جاتا تھا۔ اور یہ بات اس معاشرے میں معیوب ہرگز نہیں تھی۔ حیوانیت اور شہوانیت کا سیلاب تھا جو رومن کی ہر اخلاقی قوت کو ملیامیٹ کرنے پر تلا ہوا تھا۔ عریانی اور فحاشی اپنے عروج پر تھی۔ بڑے بڑے تھیٹر قائم تھے، جہاں بے حیائی اور عریانی کے مظاہرے ہوا کرتے تھے۔ ہر گھر میں ننگی عورت کی تصویر آویزاں تھی۔ قحبہ گری کا کاروبار اپنے عروج پر تھا۔ " فلورا " نامی ایک کھیل رومیوں میں محض اس لیے مقبول ہوا کہ اس میں ننگی عورتوں کی دوڑ ہوتی تھی۔ عورتوں اور مردوں کے برسرعام غسل خانے موجود تھے جہاں پر مرد اور عورتیں اکٹھے ہو کر ننگے نہاتے تھے۔ غرضیکہ وہ سب کچھ اس دور میں بھی موجود تھا جو آج کل کے متمدن و مہذب دور میں یورپ اور امریکہ کے ترقی یافتہ معاشرے کے اندر موجود ہے۔ لیکن تاریخ اس پر بھی گواہ ہے کہ اس کے بعد روم کا قصر عظمت یوں پیوند خاک ہوا آج تک دوبارہ بحال نہیں ہوسکا۔ اب ایسے معاشرے میں جو عورت کا مقام ہوگا اس کا اندازہ آپ باآسانی لگا سکتے ہیں۔

اسی طرح یونان جو اپنی تہذیب کی وجہ سے آج بھی مشہور ہے عورت کے لیے اپنے ہاں کوئی مقام و مرتبہ نہ قائم کرسکا۔ نفس پرستی اور شہوانیت اپنے عروج پر تھی۔ رنڈی کا کوٹھا یونان کے علم و ادب کا مرکز بن چکا تھا۔ بڑے سے بڑا ادیب رنڈی کے زیر تسلط تھا۔ رنڈی (طوائف) کو اس معاشرے میں اس قدر اہم مقام حاصل تھا کہ بڑے بڑے سیاستدان رنڈی سے مشورہ لیتے تھے۔ یہ لوگ شہوت پرستی کو کوئی اخلاقی عیب خیال نہیں کرتے تھے البتہ نکاح معیوب تھا۔ اس دور کے مذہب نے بھی لوگوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ اور لوگوں کو تمام ناجائز اور ناروا رویے کے لائسنس دے دیئے تھے جس سے عورت کی تذلیل اور بے حرمتی میں مزید اضافہ ہوا " کیوپڈ " محبت کا دیوتا ایسی دیوی کے بطن سے تھا جس نے ایک دیوتا کی بیوی ہوتے ہوئے بیک وقت تین دیوتاؤں سے آشنائی حاصل کر رکھی تھی۔ اس کے باوجود وہ قابل پرستش دیوی خیال کی جاتی تھی۔ اس پر طرہ یہ کہ قوم لوط کا عمل بھی عام تھا۔ اور اس دور کے مذہب اور اخلاق کی تمام قدروں نے اس مکروہ عمل کو روا اور مناسب قرار دے دیا تھا جیسا کہ آج کے اس متمدن دور میں برطانوی معاشرے میں بھی یہ سب کچھ روا ہے۔ آرٹ کے ماہرین نے اس جذبے کو اپنے فن مجسمہ سازی میں عام کیا۔ یہ مجسمے آج بھی کہیں محفوظ ہوگئے جو اس مکروہ معاشرہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

ہندوستانی تہذیب و تمدن میں عورت کا مقام کیا تھا۔ اس کا جواب بھی تاریخ کے اندر موجود ہے۔ بیوہ کی دوسری

شادی شاید آج بھی نہیں ہوتی۔ مرد کے مرنے پر بیوی کو آگ میں جلا کر خاکستر بنادیا جاتا تھا۔ کہ وہ اس قابل نہیں رہی کہ زندہ رہ سکے سوامی دیانند سرسوتی کی کتاب ستیارتھ پرکاش ہندو عورت کی آٹھ نوعیت کی شادی کا ذکر کرتا ہے جس میں کوئی قسم بھی اخلاقی اصولوں پر پوری نہیں اترتی مشترکہ شادیوں کا رواج بھی عام تھا جس میں ایک عورت کو چند بھائیوں میں سے ہر ایک کو حق زوجیت ادا کرنا پڑتا تھا۔ برہمنوں کے ہاں نیوگ کا رواج عام تھا۔ جس کے تحت اولاد نہ ہونے کی صورت میں عورت کو اپنے خسر کے حکم کے تحت اپنے کسی رشتہ دار یا اپنے دیور سے حسب خواہش اولاد حاصل کرنا پڑتی تھی۔ ہندو معاشرے میں عورت کی کیا حیثیت تھی۔ اس کے لیے ہندوؤں کا قانون خود بولتا ہے کہ "تقدیر، طوفان، موت، جہنم، زہر، زہریلے سانپ ان میں سے کوئی اس قدر خراب نہیں جتنی خراب عورت ہے"

قبل از اسلام خود عرب کے اندر عورت کو کیا حیثیت حاصل تھی۔ بچیوں کو زندہ درگور کردینا ان کی عادت بن چکی تھی عرب کی قدیم تاریخی کتابوں میں درج ہے کہ مرد اور عورتیں ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور تالیاں بجاتے تھے۔ خاوند کے مرنے کے بعد بیوہ عورت کو چندماہ کے لیے ایک کمرہ میں قید کردیا جاتا تھا۔ اس سے میل ملاپ بند ہوجاتا تھا۔ بیوہ عورت وہیں کھانا کھاتی اور وہیں پر ہی رفع حاجت کرتی۔ اس کے کپڑے تبدیل کرنے اور نہانے پر بھی پابندی لگادی جاتی۔ جب مقررہ مدت گزر جاتی تو پھر کوئی جانور ذبح کیا جاتا جس کے گوشت کے ٹکڑوں سے اس بیوہ عورت کا جسم صاف کیا جاتا، یہ گوشت کے ٹکڑے اس قدر زہر آلود ہوجاتے کہ اس کے کھانے سے جانور مر جاتے۔ عورت کو نہلا کر اس کے کپڑے تبدیل کئے جاتے اور پھر اسے مجبور کردیا جاتا تھا کہ وہ اپنے بڑے بیٹے سے شادی کر لے۔ عربوں میں دور جاہلیت میں عورت سے نکاح کے چار طریقے بیان کئے جاتے ہیں، ایک تو یہی طریقہ تھا جس کو اسلام نے بھی جائز قرار دیا۔ اس کے علاوہ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ مرد اپنی منکوحہ بیوی سے کہتا کہ حیض کا خون تیرا جب بند ہوجائے تو پاکی حاصل کرنے کے بعد تو فلاں مرد کے پاس چلی جا اور اس سے فائدہ حاصل کر۔ یہ عورت کچھ عرصہ تک اس مرد کے ساتھ رہتی اور خاوند اس عرصہ کے دوران اپنی بیوی سے جدا رہتا۔ جب حمل ظاہر ہوجاتا تو پھر اس کا اپنا خاوند بھی اس کے پاس جاتا ایسے نکاح کو عرف عام میں "استبضاع" کہا جاتا تھا۔ نکاح کی تیسری صورت عرب معاشرے میں یہ تھی کہ ایک عورت کے پاس متعدد مرد آتے اور لطف اندوز ہوتے رہتے تھے۔ لیکن آنے والے مردوں کی تعداد پر پابندی تھی کہ یہ ہر حالت میں دس سے کم ہوں۔ ایسے حالات میں جب عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو چند دن بعد یہ عورت ان تمام مردوں کو بلا بھیجتی اور ان میں سے جسے چاہتی اس کے ساتھ اس بچے کو منسوب کر دیتی۔ کچھ عورتیں عرب معاشرے میں ایسی بھی تھیں، جن کے دروازوں پر جھنڈے لگے رہتے تھے ایسی عورتوں کو بازاری اور پیشہ ور عورتیں کہا جاتا تھا جس کا جی چاہتا ان کے پاس جاتا اور لطف اندوز ہوتا تھا۔ ان عورتوں کے ہاں بھی اگر بچہ پیدا ہوتا تو تمام لطف اندوز ہونے والے جمع ہوتے جس کے بعد یہ قافیہ شناس بلایا جاتا جو اپنے علم کے بل بوتے پر یہ اعلان کرتا کہ بچہ ان میں سے کس کا ہے۔ ان تمام صورتوں کو اسلام نے بند کردیا اور ان کی مذمت کی تاکہ عورت کا تقدس اور احترام معاشرے میں بحال ہوسکے۔

ایک غیر مسلم ڈاکٹر گستاولی تحریر کرتا ہے،

"یونانی عموماً عورتوں کو کم درجہ کی مخلوق سمجھتے تھے۔ اگر کسی عورت کے بچہ خلاف فطرت پیدا ہوتا تو اس کو مار دیتے تھے، اسپارٹا میں اس بدنصیب عورت کو جس سے کوئی قومی سپاہی کے پیدا ہونے کی امید نہ ہوتی مار ڈالتے تھے۔ جس وقت کسی عورت کے بچہ ہوچکتا تھا تو فوائد ملکی کی غرض سے اس عورت کو دوسرے شخص کی نسل لینے کے لیے اس کے خاوند سے عارضاً لے لیتے تھے۔ یونان اپنے اعلیٰ سے اعلیٰ تمدن کے زمانہ میں بجز طوائف کسی عورت کی قدر نہیں کرتا تھا۔ عہد قدیم کے باب واعظ میں لکھا ہے، "جو کوئی خدا کا پیارا ہے وہ اپنے آپ کو عورت سے بچائے گا۔ ہزار آدمیوں میں سے میں نے

ایک آدمی کو خدا کا پیارا پایا ہے۔ لیکن تمام عالم کی عورتوں میں سے ایک عورت بھی ایسی نہیں پائی جو خدا کی پیاری ہوتی"

روم میں مرد کی حکومت اپنی بیوی پر جابرانہ تھی جس کا معاشرہ میں کوئی حصہ نہیں تھا جبکہ شوہر کو پورا حق اس کی جان پر بھی حاصل تھا۔ اور یہی حال یونان کا بھی تھا۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ بات معلوم کرنا کوئی مشکل امر نہیں ہے کہ اسلام نے اپنی تعلیمات کے ذریعے عورت کو کیا دیا ہے۔ اسلام سے پہلے مرد اپنی مرضی کی لٹھ سے عورتوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکتے اور ان سے جو سلوک چاہتے روا رکھتے۔ کوئی ایسی طاقت، کوئی ایسا ادارہ نہیں تھا جو مرد کو اس ظلم و ستم سے روک دیتا اور یوں عورت مرد کی چیرہ دستیوں سے محفوظ ہو جاتی۔ یہ اعزاز تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو ہی حاصل ہے جنہوں نے کہا کہ " ماں کے قدموں تلے جنت ہے " عورت کی بنیادی حیثیتیں آپ نے ہی معاشرے میں متعین کرائیں۔ عورت بحیثیت ماں، عورت بحیثیت بیوی، عورت بحیثیت بیٹی، عورت بحیثیت بہن آپ نے ہی بتایا کہ بیٹی کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے ماں کے ساتھ کس طرح سے پیش آنا ہے۔ بیوی کے ساتھ مسلمان مرد کا سلوک کیسا ہونا چاہیے اور بہن کس قدر مقدس رشتہ ہے۔ خود آپ کی بیٹی آتی تو سرکار دو عالمؐ اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ان کے بیٹھنے کے لئے کپڑا بچھاتے تھے۔ سفر پر جاتے تو اپنی بیٹی سے مل کر جاتے۔ سفر سے لوٹتے تو سب سے پہلے بیٹی سے ملتے۔ بیٹی کے سر پر فرط محبت سے بوسہ دیتے۔ کافر عورت کے سر پر بھی چادر ڈال دیتے کہ بیٹی، بیٹی ہے خواہ وہ کافر ہی کی کیوں نہ ہو ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنی بیٹی کے ساتھ بہتر سلوک کیا اسے زیور تعلیم سے آراستہ کیا اور عزت و احترام کے ساتھ اس کی شادی کردی وہ جنت کا مستحق ہو گیا۔ ماں کے بارے میں جو تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی وہ اس حدیث سے واضح ہے،

" ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ کے رسول میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے آپ نے فرمایا تیری ماں اس نے پھر کہا پھر کون ؟ آپ نے فرمایا تیری ماں اس نے کہا پھر کون ؟ آپ نے فرمایا تیری ماں اس نے کہا پھر کون ؟ آپ نے فرمایا پھر تیرا باپ پھر درجہ بدرجہ جو تیرے قریبی لوگ ہیں " (بخاری و مسلم، ابو ہریرہؓ)

ماں کا درجہ اس حدیث کی رو سے باپ سے بھی بڑا ہے۔ قرآن پاک کی بعض آیات سے بھی یہی ثابت ہے۔ سورۃ لقمان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا " ہم نے انسانوں کو والدین کی شکر گزاری کا تاکیدی حکم دیا ہے " اور اس کے فوراً بعد فرمایا کہ اس کی ماں نے تکلیف پر تکلیف جھیل کر نو مہینے اپنے شکم میں اٹھایا اور پھر دو سال تک اپنے خون سے اس کو پالا اس لئے ماں کا درجہ باپ سے بڑھا ہوا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ماں کی خدمت کا صلہ جنت قرار دیا۔

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کی ناک خاک آلود ہو (یعنی ذلیل ہو) یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ لوگوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول کون ذلیل ہو، آپ نے فرمایا وہ شخص جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے میں پایا یا ان دونوں میں سے ایک کو۔ تو پھر ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہیں ہوا "

بوڑھے ماں باپ کے بارے میں قرآن میں واضح ارشاد ہے کہ ان کے سامنے اف بھی نہ کرو ورنہ سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ (جاری ہے)

مفکر احرار چوہدری افضل حقؒ کے ننھے ادبی شاہکار۔ معشوقۂ پنجاب، شعور، دیہاتی رومان کا مجموعہ
" شعور " کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ قیمت ۲۵/- روپے۔ ملنے کا پتہ
بخاری اکیڈمی ، دار بنی ہاشم ، مہربانی کالونی ملتان